شاہ اسمٰعیل شہیدؒ کی دو اصلاحی تصانیف

ڈاکٹر معظم علی خاں

شاہ اسماعیل شہید نے اوائل عمر ہی سے تصنیف و تالیف کا کام شروع کر دیا تھا اور اپنی خارجی زندگی کی مصروفیات کے باوجود وہ کسی وقت اپنے اس مشغلے سے غافل نہیں ہوئے[1] انھوں نے بہت سی کتابوں کی تصنیف کے علاوہ کچھ کتابوں پر قیمتی حواشی بھی لکھے تھے[2] لیکن بدقسمتی سے وہ ہم تک نہیں پہنچ سکے اور ضائع ہو گئے۔

اگرچہ آپ کو تصنیف و تالیف کا موقع بہت کم ملا پھر بھی آپ کی تصانیف مشہور علماء کے مقابلے میں تعداد اور اہمیت کے لحاظ سے خاص طور پر قابل قدر ہیں[3] اور سب سے اہم بات یہ ہے کہ اکثر تصانیف دوران سفر میں تحریر کی گئیں، جن پر نظر ثانی بھی نہ ہو سکی۔ لیکن اس کے باوجود مضامین کی بلاغت، املا کی فصاحت، زور کلام کی لطافت، معانی کی تحقیق، تمام تصانیف میں ایسی زوردار ہے کہ ہم عصروں کے انداز و اطوار سے بڑھ کر سلف کی یاد تازہ کرتی ہیں۔ اگر اطمینان خاطر اور جمعیت قلبی کے ساتھ شاہ اسماعیل شہید یکسو ہو کر تصنیف و تالیف کا کام کرتے تو خدا ہی بہتر جانتا ہے کہ وہ کیا کارنامے

---

[1] عبداللہ بٹ (مرتب) "شاہ اسماعیل شہید" قومی کتب خانہ ریلوے روڈ، لاہور ۱۹۵۵ء ص ۵

[2] سرسید احمد خاں: آثار الصنادید: انڈیا فوٹو آفسیٹ کوہ نور پریس دہلی ۱۹۶۵ء : ص ۵۵۱

[3] مضمون غلام رسول مہر: دائرۃ المعارف اسلامیہ، پنجاب یونیورسٹی لاہور ۱۹۶۴ء ۷۵۳/۲

انجام دے ڈالتے۔[1]

مولانا شاہ اسماعیل شہید صرف ایک مجاہد اور مدبر ہی نہیں بلکہ اپنے زمانے کے ایک ایسے مصنف بھی ہیں جنھوں نے جس موضوع پر بھی قلم اٹھایا ہے، اسے تشنہ نہیں چھوڑا مولانا محمد یوسف بنوری فرماتے ہیں:۔

"وہ کسی بھی موضوع پر قلم اٹھائیں تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ گویا ایک کوہ عظیم اپنے وسیع و عریض دامن میں مستور بے شمار صاف اور چمکدار چشموں کے ذریعہ ایک عالم کو سیراب کر رہا ہے۔"[2]

مفتی سید احمد حسن امروہوی مولانا اسماعیل شہید کی تصانیف پر اظہار خیال کرتے ہوئے رقمطراز ہیں۔

"فی سائر تصانیفه هو تفصیل	ان کی تمام تصانیف میں تفصیل و
لما اجمل و بیان لما اضمر	توضیح ہے ان احکام و معانی کی جو
فی الآیات و احادیث نبیه	آیات قرآنیہ و احادیث نبویہ میں
الکریم و ذالك فضل الله	موجود ہیں۔ یہ اللہ کا فضل و کرم ہے
یؤتیه من یشاء و الله	وہ جسے چاہے اس سے
ذو الفضل العظیم"[3]	نواز دے۔

مولانا شاہ اسماعیل شہید کی تصانیف کے مطالعہ سے اندازہ ہوتا ہے کہ انھوں نے مختلف موضوعات کو اپنی تحقیق کی جولانگاہ بنایا ہے۔ ان کی خاص توجہ توحید کی صحیح تعلیمات اور شرک و بدعات کے بارے میں شکوک و شبہات کو رفع کرنے کی طرف رہی

---

[1] نواب صدیق حسن خاں: اتحاف النبلاء: مطبع نظامی کانپور ۱۲۸۸ء ص ۴۱۷
[2] مولانا محمد یوسف بنوری: (تعارف) شاہ اسماعیل شہید 'عبقات' (عربی) المجلس العلمی کراچی ۱۳۸۰ھ ص ۳
[3] عزیز الدین مراد آبادی: اکمل البیان: المکتبہ السلفیہ لاہور ۱۹۶۵ء ص ۸۲۷

ہے۔ اس کے علاوہ فقہ، عقائد، تصوف، سیاست اور دیگر موضوعات پر بھی ان کی تصانیف اپنا جواب نہیں رکھتیں۔ ان کا انداز نہایت محققانہ اور مخالفین کو خاموش کر دینے والا ہوتا ہے۔ انھوں نے اپنی ہر تصنیف میں قرآن اور حدیث نبویہ کی روشنی میں مسائل کو حل کرنے کی کوشش کی ہے اور نہایت قوی دلائل سے اپنے مخالفین کو خاموش کیا ہے۔ یہ بات بھی قابل غور ہے کہ انھوں نے اپنی خداداد صلاحیت اور ذہانت کی وجہ سے اپنی انتہائی غیر علمی مصروفیات کے باوجود ایسی اہم کتابیں تصنیف کیں جو آج تک اپنے موضوع کے لحاظ سے صفِ اوّل میں شمار کی جاتی ہیں۔ ذیل میں آپ کی صرف دو اہم کتابوں کا تفصیلی تعارف کرایا جا رہا ہے۔

رد الاشراک (عربی)

یہ رسالہ شرک اور غیر مشروع مراسم کی رد میں آیات اور احادیث کا مجموعہ ہے۔ پوری کتاب کی ترتیب سے پتہ چلتا ہے کہ اس کے ذریعہ شاہ اسماعیل شہید کلمہ طیبہ کے ہر دو جز کی تشریح کرنا چاہتے تھے[۱] اس میں دو باب ہیں

۱۔ باب الاجتناب عن الاشراک

۲۔ باب الاعتصام بالسنۃ والاجتناب عن البدعۃ

پہلے باب کو مزید چار قسموں میں تقسیم کیا گیا ہے

۱۔ باب رد الاشراک فی العلم

۲۔ ذکر رد الاشراک فی التصرف

۳۔ ذکر رد الاشراک فی العبادۃ

۴۔ ذکر رد الاشراک فی العادات

---

[۱] مولانا نسیم احمد فریدی، تذکرہ شاہ اسماعیل شہید: الفرقان بکڈپو لکھنو ۱۹۷۷ء: ص ۳۴

اسی طرح دوسرا باب چھ فصلوں پر منقسم ہے۔

(۱) ذکر حقیقت الایمان
(۲) ذکر الایمان بالقدر
(۳) ذکر الصحابۃ واھل البیت رضی اللہ تعالیٰ عنہم
(۴) ذکر رد بدعات القبور
(۵) ذکر رد بدعات التقلید
(۶) ذکر بدعات الرسوم

آخر الذکر فصل کے تحت مندرجہ ذیل رسوم پر بحث کی گئی ہے۔

افتخار بالانساب، افراط التعظیم فی ما بینہم، المغالات فی المھور والاسراف فی الولائم، ممانعۃ من نکاح الثانی، النوحۃ والاحداد اور افراط التزئین۔

افراط التزئین کی رسم کو شاہ اسماعیل شہید نے بہت تفصیل کے ساتھ بیان کیا ہے اور اس ذیل میں ان تمام قابل اعتراض عادات و رسوم کا ذکر کیا ہے جو عام طور پر زینت کے لئے عورتوں اور مردوں میں عمومی طور پر نہ صرف اس دور میں پائی جاتی تھیں بلکہ آج بھی موجود ہیں، مثال کے طور پر عورتوں کے لئے جسم اور چہرے کی بے جا آرائش، مردوں کا ریشمی لباس پہننا، مرد و عورت کا ایک دوسرے سے مشابہت پیدا کرنا، مردوں کے لئے سرخ کپڑے کا پہننا۔ تصویروں سے مکانات کو سجانا۔ لباس کو رعونت کے ساتھ پہننا یا لباس کے ذریعہ خود کو نمایاں کرنا۔ عورتوں کے لئے باریک کپڑے کا پہننا اور مردوں کے لئے سونے اور زعفرانی رنگ کا استعمال، وغیرہ وغیرہ۔

شاہ اسماعیل شہید خود ہی رد الاشراک کا تعارف کرتے ہوئے لکھتے ہیں[1]

---

[1] مولانا نسیم احمد فریدی: تذکرہ شاہ اسماعیل شہید: ص ۳۵

گویدایں بندہ ضعیف و رذیل — نام او ہست عاجز اسماعیل
ایں احادیث چند جمع شدہ — کہ ازاں اصل شرک قمع شدہ
طرفہ تر آنکہ ایں حدیث نبی — شد موید بقول اب قوی
انچہ تقدیم اولاً کردم — ردّ اشراک مجملاً کردم

یہ رسالہ ذی قعدہ ۱۲۸۹ھ میں نواب سید محمد صدیق حسن خان بہادر نے اس کی تخریج کرکے " الادراک لتخریج احادیث رد الاشراک " کے نام سے اپنی کتاب " قطف الثمر فی بیان عقیدۃ اھل الاثر " کے آخر میں ایک ہی جلد میں مرتب کیا۔ جو سنہ ۱۲۹۰ھ میں مطبع نظامی کانپور سے شائع ہوا۔ الادراک لتخریج احادیث رد الاشراک، کل ۳۶ صفحات پر مشتمل ہے جبکہ پوری کتاب میں ۷۶ صفحات ہیں۔

تقویۃ الایمان (اردو)

شاہ اسماعیل شہید کی یہ سب سے اہم اور مشہور تصنیف ہے جس میں اسلام کے بنیادی عقائد توحید و شرک اور بدعت و اتباع سنت سے بحث کی گئی ہے۔ انھوں نے پہلے یہ کتاب عربی زبان میں " ردّ الاشراک " کے نام سے لکھی تھی اور اس کے پہلے باب کا تشریحی اردو ترجمہ بھی خود ہی کیا تھا[1]۔ لیکن تنظیم جہاد اور شہادت عظمیٰ نصیب ہونے کے باعث دوسرے باب کا ترجمہ وہ نہ کر سکے[2] اور اس کا تشریحی ترجمہ اردو زبان میں ان کے ایک شاگرد مولانا محمد سلطان مرحوم نے سن ۱۲۵۰ھ میں کیا اور اس کا نام " تذکیر الاخوان بقیہ تقویۃ الایمان " رکھا چنانچہ محمد سلطان صاحب لکھتے ہیں:۔

" اب سن بارہ سو پچاس ہجری میں اللہ تعالیٰ نے اس خاکسار گنہگار

---

[1] سید ابوالحسن علی ندوی: سیرت سید احمد شہید؛ یونائیٹڈ انڈیا پریس لکھنؤ ۱۹۴۱ء ص ۳۵۴
[2] محمد سلطان: شاہ اسماعیل شہید: تذکیر الاخوان بقیہ تقویۃ الایمان؛ کتب خانہ رحیمیہ دیوبند ص ۲۔

ہیچمدان محمد سلطان کے دل میں ارادہ اس کے ترجمہ کا ڈالا، سو اس دوسرے باب کا ترجمہ ہندی بولی (اردو) میں شروع کیا اور "تذکیر الاخوان بقیہ تقویۃ الایمان" اس کا نام رکھا۔ اتمام کو پہنچانا اور قبول کرنا اس کے اختیار میں ہے۔ رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ [1]

دوسری خارجی شہادت جو اس کتاب کی تاریخ تصنیف سے ہم کو بہت قریب کر دیتی ہے وہ ملا بغدادی کے نام شاہ صاحب کا عربی مکتوب ہے جس میں انھوں نے ملا بغدادی کے ان اعتراضات کے جوابات دیئے ہیں جو ان کے دل میں تقویۃ الایمان کے مطالعہ سے پیدا ہوئے تھے۔ اس خط کے آخر میں وہ لکھتے ہیں:

"تم هذ المكتوب حين كنت نزيلا فی الكانفور سنة الف ومائتين واربعين الى السيد البغدادی حين وسوسه الجهال فبعد قرأته كتابی هذا جاءنی معتذرا وقال لقد صدقت فيما الفت فی رسالتك" [2]

(یہ خط سن بارہ سو چالیس ہجری اس وقت تمام ہوا جب کہ میں کانپور میں تھا اور سید بغدادی کے نام بھیجا گیا جب کہ جاہلوں نے ان کے دل میں وسوسہ ڈال دیا۔ اسے پڑھ لینے کے بعد وہ عذر کرتے ہوئے میرے ہاں آئے اور کہا کہ تم نے اپنی کتاب (تقویۃ الایمان) میں جو کچھ لکھا ہے بالکل ٹھیک ہے)

اس عبارت سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ یہ کتاب سنہ ۱۲۴۰ھ کے اوائل یا اس سے کچھ قبل تصنیف ہو کر اہل علم کی نظر سے گزر چکی تھی۔ ڈاکٹر محمد باقر نے بھی تقویۃ الایمان کو

---

[1] ایضاً ص ۲

[2] محمد سلطان / شاہ اسماعیل شہید: تذکیر الاخوان بقیہ تقویۃ الایمان : ص ۱۸۹

سنہ ۱۸۲۳ء کے قریب کی تصنیف بتایا ہے [۱] جس کے لحاظ سے سال ہجری ۱۲۳۹ نکلتا ہے لیکن انھوں نے اس ذیل میں کوئی حوالہ نہیں دیا۔

اگرچہ یہ مختصر رسالہ ہے مگر اپنی افادیت اور جامعیت کے لحاظ سے بڑی بڑی کتابوں پر بھاری ہے۔ اس کتاب کی اہمیت کا اندازہ اس سے بھی لگایا جاسکتا ہے کہ اس کے پہلے باب کا ترجمہ انگریزی زبان میں بھی "SUPPORT OF THE FAITH" [۲] کے نام سے ہوچکا ہے جس کے مترجم میر حشمت علی ہیں۔ یہ ترجمہ لاہور سے مترجم کے مقدمہ کے ساتھ شائع ہوچکا ہے۔

---

[۱] عبداللہ بٹ (مرتب): شاہ اسماعیل شہید ص ۵۱

غلام رسول مہر لکھتے ہیں کہ "راقم کے علم کے مطابق پہلی مرتبہ یہ کتاب (تقویۃ الایمان) مطبع دارالاسلام دہلی نے ۱۸۴۷ء میں شائع کی تھی" (ملاحظہ ہو دائرہ معارف اسلامیہ ص ۵۲) لیکن راقم الحروف کی نظر سے دارالعلوم دیوبند کے کتب خانہ میں تقویۃ الایمان کا ایک ایسا نسخہ گزرا جو ۱۲۴۲ھ میں یعنی شاہ اسماعیل شہید کی حیات ہی میں شائع ہوچکا تھا اور جسے مطبع احمدی کلکتہ نے چھاپا تھا۔ جب کہ واقعۂ شہادت سنہ ۱۲۴۶ھ (۱۸۳۱ء) میں پیش آیا۔

[۲] "SUPPORT OF THE FAITH" کا جو نسخہ میرے پیش نظر ہے اس پر کوئی تاریخ طباعت نہیں ہے اور اسے قریشی آرٹ پریس لاہور نے چھاپا ہے۔

غلام رسول مہر لکھتے ہیں کہ تقویۃ الایمان کا انگریزی ترجمہ مولوی شہامت علی نے غالباً صنہ ۱۸۵۲ء میں شائع کیا تھا، ڈاکٹر محمد باقر نے بھی مترجم کا نام میر شہامت علی لکھا ہے۔ (ملاحظہ ہو مضمون غلام رسول مہر: اردو دائرہ معارف اسلامیہ: ۵۲/۲، عبداللہ بٹ: شاہ اسماعیل شہید: ص ۵۱)

THE ENCYCLOPAEDIA OF ISLAM میں بھی تقویۃ الایمان کے مترجم کا نام شہامت علی ہی دیا گیا ہے۔ (LEIDEN E. J. BRILL ; THE ENCYCLOPAE- -DIA OF ISLAM 1978 197/IV)

تقویۃ الایمان کی تالیف کا پس منظر

تقویۃ الایمان کی تالیف دراصل وقت کا ایک اہم تقاضا تھا۔ اس لئے کہ شاہ اسماعیل شہید نے اس دور میں آنکھ کھولی تھی جب مسلمان پوری طرح بدعات اور توہمات کا شکار ہو چکے تھے اور مشرکانہ رسوم و عقائد ہی کو اصل اسلام سمجھ بیٹھے تھے اس سے پہلے اگرچہ مجدد الف ثانی اپنی پوری کوشش کر چکے تھے لیکن مسلم معاشرے میں جو بگاڑ پیدا ہو گیا تھا اس کی اصلاح میں وہ پوری طرح کامیابی حاصل نہ کر سکے، ایسی صورت میں تقویۃ الایمان جیسی کتاب کی سخت ضرورت تھی، جو مسلمانوں کو اسلام کی حقیقی توحید سے روشناس کرائے۔ اس لحاظ سے اگر دیکھا جائے تو شاہ شہید کی یہ کتاب صرف کتاب ہی نہیں بلکہ ایک ایسی تحریک تھی جس نے مسلمانوں کو اس خواب سے بیدار کیا جس میں وہ پڑے ہوئے تھے اس سلسلے میں ہم ایک روایت نقل کرتے ہیں جس سے اندازہ ہوگا کہ اس معاشرے میں کچھ سمجھدار لوگ ایسے بھی تھے جو غیر شعوری طور پر ان رسوم کی ناگواری محسوس کر رہے تھے۔

مولوی تبارک اللہ صاحب الہٰن کے رہنے والے ایک شخص تھے جو بہت بوڑھے اور شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد تھے۔ انھوں نے ایک مرتبہ اورنگ آباد میں وعظ کہا، وعظ کے بعد ان سے لوگوں نے پوچھا کہ آپ تقویۃ الایمان کے بارے میں کیا فرماتے ہیں، انھوں نے جواب دیا جب تقویۃ الایمان شائع ہو کر الہٰن میں آئی تو لوگوں میں اس کا چرچا ہوا۔ کچھ لوگ مخالف ہو گئے اور کچھ موافق، اور اس کتاب کے بارے میں آپس میں بحث و مباحثہ اور گفتگو ہونے لگی اس وقت میرے چچا حیات تھے جو بہت ضعیف العمر تھے۔ آنکھوں سے بھی کم دکھائی دیتا تھا اور کانوں سے بھی اونچا سنتے تھے، انھوں نے جو یہ رنگ دیکھا تو ایک مرتبہ فرمایا۔ لڑکو میں چند روز سے دیکھ رہا ہوں کہ تم لوگ کچھ ورق ہاتھ میں لئے ہوئے بحث و مباحثہ کرتے ہو ہمیں

تو بتاؤ کہ کیا بات ہے۔ لوگوں نے کہا کہ جناب ایک کتاب شائع ہوئی ہے۔ اس پر یہ بحث و مباحثے ہوتے ہیں۔ انھوں نے کہا کہ وہ کتاب مجھے سناؤ۔ لوگوں نے ان کو تقویۃ الایمان اول سے آخر تک سنائی۔ اس کو سن کر آپ نے فرمایا کہ سب بستی کے لوگوں کو جمع کر لو اس وقت میں اپنی رائے ظاہر کروں گا۔ جب سب لوگ جمع ہوئے تو آپ نے فرمایا:۔

"میں اب تک دنیا کی حالت دیکھتا رہا اور جو کچھ لوگ کہہ رہے تھے اور کر رہے تھے ان کی باتیں بالکل میرے جی کو نہ لگتی تھیں اور میں سمجھتا تھا کہ دنیا اس وقت گمراہی میں مبتلا ہے اور میرا جی ان باتوں کو ڈھونڈتا تھا مگر کنویں میں بھانگ پڑی ہوئی تھی۔ نہ کسی کو ان کی خبر تھی نہ کوئی بتلانے والا تھا مولوی اسماعیل کا احسان ہے کہ انھوں نے پانی کو اور بھانگ کو الگ الگ کر دیا اور سیدھا راستہ بتلا دیا اب تمہیں اختیار ہے چاہے مانو چاہے نہ مانو اور بھانگ ہی پئے جاؤ۔"[1]

ارواح ثلاثہ میں ہے:[2]

مولانا شاہ اسماعیل شہید نے تقویۃ الایمان لکھنے کے بعد اپنے خاص خاص لوگوں کو جمع کیا، جن میں سید احمد شہید صاحب، مولانا عبدالحی صاحب، شاہ اسحاق صاحب، مولوی محمد یعقوب صاحب، مولوی فرید الدین صاحب مرادآبادی، مومن خاں اور عبداللہ خاں علوی تھے۔ ان کے سامنے تقویۃ الایمان پیش کی اور فرمایا کہ میں نے یہ کتاب لکھی ہے اور میں جانتا ہوں کہ اس میں بعض جگہ ذرا تیز الفاظ بھی آ گئے ہیں اور بعض جگہ تشدد بھی ہو گیا ہے۔ مثلاً ان امور کو جو شرک خفی تھے، شرک جلی لکھ دیا گیا ہے ان وجوہ سے اندیشہ

---

[1] ظہور الحسن کسولوی (مرتب) ارواح ثلاثہ: کتب خانہ امداد الغربا سہارنپور: ص ۸۲

[2] ایضاً ص ۸۰

ہے کہ اس کی اشاعت سے شورش ضرور ہوگی اگر میں یہاں رہا تو ان مضامین کو آٹھ دس برس میں بتدریج بیان کرتا لیکن اس وقت میرا ارادہ حج کا ہے اور وہاں سے واپسی پر عزم جہاد ہے اس لئے میں اس کام سے معذور ہوگیا اور میں دیکھتا ہوں کہ دوسرا اس بار کو اٹھائے گا نہیں۔ اس لئے میں نے یہ کتاب لکھدی ہے گو اس سے شورش ہوگی مگر توقع ہے کہ لڑ بھڑ کر خود ٹھیک ہوجائیں گے۔ یہ میرا خیال ہے، اگر آپ حضرات کی رائے اشاعت کی ہو تو اشاعت کی جائے ورنہ اسے چاک کردیا جائے۔ اس پر ایک شخص نے کہا کہ اشاعت تو ضرور ہونی چاہئے۔ مگر فلاں فلاں مقام پر ترمیم ہونی چاہئے۔ اس پر مولوی عبدالحئی، شاہ اسحاق صاحب، عبداللہ خاں علوی اور مومن خاں نے مخالفت کی اور کہا کہ ترمیم کی ضرورت نہیں۔ اس پر آپس میں گفتگو ہوئی اور گفتگو کے بعد طے پایا کہ ترمیم کی ضرورت نہیں اور اسی طرح شائع ہونی چاہئے۔ چنانچہ اسی طرح اس کی اشاعت ہوگئی۔ [1]

تقویۃ الایمان

تقویۃ الایمان کا مرکزی موضوع خدا کی وحدت ہے اس میں شاہ شہید نے مسلمانوں کے لئے ایک مکمل ضابطہ حیات پیش کرنے کی کوشش کی ہے ان کے نزدیک ساری برائیوں کی جڑ شرک ہے اور ہندوستان کے مسلمانوں کی پستی اور ان کے زوال کا بنیادی سبب یہی ہے کہ ان کے عقائد و اعمال میں شرک کا غلبہ ہوگیا ہے اور وہ توحید کے بنیادی تصور سے بالکل غافل ہوگئے ہیں، چنانچہ تقویۃ الایمان میں فرماتے ہیں۔

"اول سنا چاہئے کہ شرک لوگوں میں بہت پھیل رہا ہے اور اصل

---

[1] ارواح ثلاثہ ص ۸۰

توحید نایاب ہے اور اکثر لوگ شرک و توحید کے معنی نہیں سمجھتے اور ایمان کا دعویٰ رکھتے ہیں حالانکہ شرک میں گرفتار ہیں اول معنی شرک و توحید کے سمجھنا چاہئیں تاکہ برائی اور بھلائی ان کی، قرآن و حدیث سے معلوم ہو" [۱]

تقویۃ الایمان کا پہلا باب "توحید و شرک کے بیان میں" ہے۔ اس میں جو مباحث بیان کئے گئے ہیں، ان کا خلاصہ ڈاکٹر محمد باقر کے الفاظ میں۔

"ان کا (شاہ اسماعیل شہید کا) خیال تھا کہ مسلمانوں میں کفار و مشرکین کی وجہ سے جو رسوم اور بدعات پیدا ہوگئی ہیں انھوں نے ہندوستان میں اسلامی زندگی کی بنیادیں متزلزل کر دی ہیں جس سے مسلمانوں کی ملی زندگی ختم ہونے کا اندیشہ ہے، ان بدعات میں سے ان کے نزدیک مندرجہ ذیل بہت اہم تھیں، مثلاً مرشدوں کی ضرورت سے زیادہ تعظیم و تکریم، مقبروں پر نذریں اور چڑھاوے۔ ان کے نزدیک مسلمانوں نے بھی اپنے مرشدوں کو وہی درجہ دے دیا ہے جو ہندوؤں نے اپنے گروؤں کو دے رکھا ہے۔ دوسرے اسلامی ممالک کے برعکس ہندوستان میں اسلام اور کفر کی کھچڑی پک رہی ہے اگر ہندو متھرا، کاشی اور گیا کے شہروں کو مقدس قرار دیتے ہیں تو مسلمان اجمیر بہرایچ اور مکھن پور کو مقدس سمجھتے ہیں، اگر ہندو اپنے بتوں کے لئے مٹھ تعمیر کرتے ہیں تو مسلمان بھی مقبرے بناتے ہیں، مٹھوں میں جنت اور گوسائیں موجود ہیں تو مقبروں میں خادم مجاور اور پیرزادے موجود ہیں جس کا نتیجہ یہ ہے کہ بزرگوں سے منتیں مانگی جاتی ہیں اولاد کے لئے ان سے دعا کی جاتی ہے اپنی مشکلات کا حل تلاش کیا جاتا ہے

---

[۱] تقویۃ الایمان ص ۱۔

وغیرہ وغیرہ۔ ان کی قسمیں کھانا، ان کے نام کی نذریں اور قربانیاں دینا گناہ ہے۔ چنانچہ اولاد پیدا ہونے کے بعد ان کے ایسے نام رکھنا غلط ہے جن سے ظاہر ہو کہ یہ پیروں، فقیروں کی مہربانی سے حاصل ہوئے ہیں۔ مثلاً نبی بخش، امام بخش۔ عبد النبی۔ بندے علی وغیرہ وغیرہ"[۵]

اور اپنا وکیل اور دافع ہر بلا جانتے ہیں۔ لہٰذا مسلمانوں میں جو ایسے غلط عقائد رواج پا گئے ہیں وہ دراصل ان ہی عقائد سے ماخوذ ہیں۔ شرک صرف یہی نہیں ہے کہ کسی غیر اللہ کو اللہ کے ہم پلہ قرار دیا جائے بلکہ ایسے اعمال اور عقائد سے بھی شرک وارد ہو جاتا ہے جن سے ان کا صاحب تصرف ہونا ثابت ہو یا ان صفات کا حامل ہونا ظاہر ہوتا ہو جو اللہ نے خاص اپنے واسطے مخصوص رکھی ہیں۔

"یعنی اللہ کو تو بڑا مالک سمجھتے ہیں اور اس سے چھوٹے اور مالک ٹھہراتے ہیں مولویوں اور درویشوں کو، سو اس بات کا ان کو حکم نہیں ہوا اور اس سے ان پر شرک ثابت ہوتا ہے اور وہ نرالا ہے اس کا شریک کوئی نہیں ہو سکتا۔ نہ چھوٹا نہ برابر کا بلکہ چھوٹے بڑے سب اس کے بندۂ عاجز ہیں، عجز میں برابر"۔[۶]

شاہ صاحب نے پہلے، شرک کی چار قسمیں بتائی ہیں جو حسب ذیل ہیں۔

۱۔ اشراک فی العلم۔
۲۔ اشراک فی العبادت
۳۔ اشراک فی التصرف
۴۔ اشراک فی العادت

پھر علاحدہ علاحدہ ذیلی عنوان قائم کر کے ان چاروں کی وضاحت کی ہے ان کی برائیوں کی تشریح کی ہے اور ان سے اجتناب کرنے کی تلقین کی ہے۔ ان کی توضیح اس

---

۵ عبد اللہ بٹ (مرتب)؛ "شاہ اسماعیل شہید" ص ۵۶۔ ۵۷۔ ۶ تقویۃ الایمان ص ۷

انداز میں کی ہے۔

(۱) اشراک فی العلم : اس کا مطلب ہے کہ اللہ کے علم میں کسی دوسرے کو شریک کرنا یعنی کسی مشکل، مصیبت یا زبردست مہم میں اللہ کے بجائے کسی بندے کو یاد کرنا یہ چاہے پیر ہو، مرشد ہو ولی اللہ ہو یا انبیاء علیہم السلام میں سے کوئی ہو۔ عام طور پر دیکھا گیا ہے کہ کسی مشکل کام میں "یا علی مدد" کہہ کر لوگ مہم کا آغاز کرتے ہیں۔ اسی طرح کسی مصیبت کے وقت " یا عبدالقادر" یا " یا غلام دستگیر مدد" کہا جاتا ہے ایسی تمام باتیں شرک ہیں اور یہ اشراک فی العلم کے زمرے میں آتی ہیں۔ اس کی تشریح شاہ صاحب کے الفاظ میں:

> "جو کوئی کسی کا نام اٹھتے بیٹھتے لیا کرے اور دور و نزدیک سے پکارا کرے اور بلا کے مقابلے میں اس کی دہائی دیوے اور دشمن پر اسی کا نام لے کر حملہ کرے اور اس کے نام کا ختم پڑھے یا شغل کرے یا اس کی صورت کا خیال باندھے اور یوں سمجھے کہ جب میں اس کا نام لیتا ہوں زبان سے یا دل سے اس کی صورت کا یا اس کی قبر کا خیال باندھتا ہوں تو وہیں اس کو خبر ہو جاتی ہے اور اس سے میری کوئی بات چھپی نہیں رہ سکتی اور اور جو مجھ پر احوال گزرتے ہیں جیسے بیماری، تندرستی، کشائش و تنگی، مرنا و جینا، غم و خوشی، سب کی ہر وقت اسے خبر ہے اور جو بات میرے منہ سے نکلتی ہے وہ سب سن لیتا ہے اور جو خیال و وہم میرے دل میں گزرتا ہے وہ سب سے واقف ہے سو ان باتوں سے شرک ہو جاتا ہے اور اس قسم کی باتیں سب شرک ہیں"[۱]

شرک کی تعریف کرتے ہوئے شاہ اسماعیل شہید لکھتے ہیں۔

---

[۱] ایضاً ص ۸

"سننا چاہیئے کہ اکثر لوگ پیروں اور پیغمبروں اور اماموں کو اور شہیدوں کو اور فرشتوں کو اور پریوں کو مشکل کے وقت پکارتے ہیں اور ان سے مرادیں مانگتے ہیں اور حاجت برائی کے لئے ان کی نذر و نیاز کرتے ہیں اور بلا کے ٹلنے کے لئے اپنے بیٹوں کو ان کی طرف نسبت کرتے ہیں .... غرض جو کچھ ہندو اپنے بتوں سے کرتے ہیں سو وہ سب کچھ یہ جھوٹے مسلمان اولیاء اور انبیاء سے اور اماموں اور شہیدوں سے اور فرشتوں اور پریوں سے کر گزرتے ہیں اور دعویٰ مسلمان کا کئے جاتے ہیں۔ سبحان اللہ یہ منہ اور یہ دعویٰ" [1]

مزید وضاحت کرتے ہوئے وہ لکھتے ہیں:

"اگر لوگ جو دعویٰ ایمان کا رکھتے ہیں سو وہ شرک میں گرفتار ہیں پھر اگر کوئی سمجھانے والا ان لوگوں سے کہے کہ تم دعویٰ ایمان کا رکھتے ہو اور افعال شرک کے کرتے ہو، سو یہ دونوں راہیں ملائے دیتے ہو۔ اس کا جواب دیتے ہیں کہ ہم شرک نہیں کرتے بلکہ اپنا عقیدہ انبیاء و اولیا کی جناب میں ظاہر کرتے ہیں" [2]

مسلمانوں کا ایک عام عقیدہ یہ ہے کہ اولیاء کرام، اللہ کے مقرب بندے ہوتے اس لئے ان سے مدد طلب کرنا اللہ ہی سے مدد طلب کرنا ہے۔ اور اللہ سے قریب ہونے کے سبب وہ ہماری سفارش اور وکالت بھی کر سکتے ہیں۔ شاہ اسماعیل شہید اس عقیدے کی بزور تردید کرتے ہیں ان کا فرمانا ہے کہ عوام نے مسئلہ کی روح کو نہیں سمجھا اور اس سے متعلق قرآن و حدیث کی تعلیمات پر غور نہیں کیا بلکہ اپنی عقل کے سہارے

---

[1] تقویتہ الایمان ص ۵
[2] ایضاً ص ۵

غلط رسموں کو پکڑتے رہے اور جھوٹی کہانیوں کو سچا تصور کر کے طرح طرح کے خرافات بکتے رہے۔ مثلاً وہ کہتے ہیں کہ:

"شرک جب ہوتا کہ ہم ان انبیاء و اولیاء کو اور پیروں شہیدوں کو اللہ کے برابر سمجھتے سو یوں تو ہم نہیں سمجھتے بلکہ ہم ان کو اللہ ہی کا بندہ جانتے ہیں اور اسی کا مخلوق اور یہ قدرت تصرف اسی نے ان کو بخشی ہے اس کی مرضی سے عالم میں تصرف کرتے ہیں اور ان کا پکارنا عین اللہ ہی کا پکارنا ہے اور ان سے مدد مانگنی عین اسی سے مدد مانگنی ہے اور وہ لوگ اللہ کے پیارے ہیں جو چاہیں سو کریں۔ اور اس کی جناب میں ہمارے سفارشی ہیں اور وکیل۔ ان کے ملنے سے خدا ملتا ہے اور ان کے پکارنے سے اللہ کا قرب حاصل ہوتا ہے اور جتنا ہم ان کو جانتے ہیں اتنا اللہ سے ہم نزدیک ہوتے ہیں"[1]

شاہ شہید نے اس نظریہ کی پرزور مذمت کی ہے کہ اللہ نے اپنے مقرب بندوں کو تصرف کی قدرت عطا کی ہے اور یہ اس کی مرضی سے دنیا میں تصرف کرتے ہیں۔ آپ نے فرمایا ہے کہ اللہ نے تصرف کی قدرت کسی کو بھی عطا نہیں کی۔ اس لئے ہر شخص اللہ کے آگے عاجز ہے اور کسی طرح کے بھی تصرف پر قادر نہیں ہے۔ یہ رسم کفار مکہ میں بھی رائج تھی وہ بھی کہا کرتے تھے کہ ہم بتوں کو خدا کی مخلوق تصور کرتے ہیں مگر ان کو محض صاحب تصرف۔

اسی قسم کے شرکانہ افعال و عقائد سے باز رہنے کی تلقین کرتے ہوئے شاہ صاحب فرماتے ہیں کہ گناہوں میں سب سے بڑا اور قبیح گناہ شرک ہے، اللہ بندوں کے تمام گناہ بخش دے گا لیکن شرک کی معافی کسی طرح نہ ہوگی۔ جامع ترمذی میں ایک حدیث

---

[1] ایضاً ص ۸

قدسی ہے[1]

عن انس قال قال رسول اللّٰہ	حضرت انس سے روائت ہے کہ حضور
صلی اللّٰہ علیہ وسلم قال اللّٰہ تعالیٰ	اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ
یا ابن آدم انک لو لقیتنی بقراب	نے فرمایا کہ اے آدم کے بیٹے بیشک
الارض خطایا ثم لقیتنی لا	تو جو مجھ سے ملے دنیا بھر کے گناہ لے کر
تشرک بی شیئاً الا اتیتک	پھر ملے مجھ سے کہ نہ شریک سمجھتا ہو میرا
بقرابہا مغفرۃً	کسی کو تو بے شک لے آؤں میں تیرے پاس بخشش اپنی ۔

اس حدیث قدسی سے صاف ظاہر ہے کہ شرک کے علاوہ تمام گناہ اللہ تعالیٰ بخش دے گا لہٰذا انسان کو ہر وقت شرک سے بچتے رہنا چاہیئے ۔ شاہ صاحب فرماتے ہیں :

"یہ جان لینا چاہیئے کہ جس کی توحید کامل ہے اس کا گناہ وہ کام کرتا ہے کہ اوروں کی عبادت وہ کام نہیں کر سکتی ۔ فاسد موحد ہزار درجہ بہتر ہے متقی مشرک سے ۔[2]

۲ ۔ اشراک فی التصرف : شرک کی دوسری قسم اشراک فی التصرف ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ ہر قسم کی تعظیم کی مستحق ذات باری تعالیٰ ہے ، ساری کائنات پر اسی کا حکم چلتا ہے ۔ وہی زندگی بخشتا اور مارتا ہے وہی بیماروں کو شفا عطا کرتا ہے وہی فتح و شکست دیتا ہے اور وہی پریشانیوں سے نجات دلاتا ہے ۔ یہ تمام خصوصیات صرف خدا کی ذات ہی سے وابستہ ہیں ، ان میں غیر اللہ کا کوئی عمل دخل نہیں ۔ اگر کوئی شخص ان خصوصیات میں سے کسی بھی خصوصیت کا حامل کسی غیر اللہ کو تصور کرتا ہے تو وہ اشراک

---

[1] تقویۃ الایمان ص ۱۵، ۱۶ [2] ایضاً ص ۱۶

فی التصرف کے گناہ میں مبتلا ہے۔ شاہ صاحب اس کی وضاحت ان الفاظ میں کرتے ہیں: —

"دوسری بات یہ ہے کہ علم میں ارادے سے تصرف کرنا اور اپنا حکم جاری کرنا اور اپنی خواہش سے مارنا اور جلانا، روزی کی کشائش اور تنگی کرنا اور تندرست و بیمار کر دینا، فتح و شکست دینی اقبال و ادبار دینا، مرادیں پوری کرنی حاجتیں برلانی بلائیں ٹالنی مشکل میں دستگیری کرنی برے وقت میں پہنچنا، یہ سب اللہ ہی کی شان ہے اور کسی انبیاء اور اولیاء کی پیر و مرشد کی بھوت و پری کی یہ شان نہیں جو کوئی کسی کو ایسا تصرف کرے اس سے مرادیں مانگے اور اس توقع پر نذر و نیاز کرے اور اس کی منتیں ملنے اور اس کو مصیبت کے وقت پکارے سو وہ مشرک ہو جاتا ہے اور اس کو اشراک فی التصرف کہتے ہیں"[۱]

۳۔ <u>اشراک فی العبادت</u> : اس کا مطلب ہے کہ اللہ کی عبادت میں غیر اللہ کو شامل کرنا اور جیسی تعظیم صرف اللہ کے لئے سزاوار ہے ویسی ہی تعظیم غیر اللہ کی بھی کرنا ہر قسم کی عبادت صرف اللہ کے لئے ہے، اس ہی کو سجدہ کرنا، اسی سے حاجت طلب کرنا اور اسی کو ملجا و ماویٰ سمجھنا چاہیئے۔ اس کے علاوہ بندوں سے کوئی توقع رکھنا شرک ہے۔ عوام، بزرگوں اور اولیا کی قبروں پر جا کر سجدہ کرتے ہیں، منتیں مانتے ہیں، مزارات کے غلاف پکڑ کر دعائیں کرتے ہیں اور قبروں کو بوسہ دیتے ہیں۔ شیخ الحدیث عبدالحق محدث دہلوی کا فرمانا ہے کہ قبروں کو بوسہ دینے کی روش نصاریٰ کی ایجاد کردہ اس طرح قبروں کو بوسہ دینا مشرکانہ عمل کے ساتھ ساتھ بدعت نصاریٰ کی پیروی بھی ہے لہٰذا اور بھی زیادہ قبیح عمل ہوا۔ اسی طرح بزرگوں کے سامنے ہاتھ

---

[۱] تقویۃ الایمان ص ۹

باندھ کر کھڑا ہونا اور ان سے رخصت ہوتے وقت الٹے پاؤں چلنا تاکہ ان کی طرف پشت نہ ہو، یہ تمام اعمال بھی مشرکانہ ہیں اور یہ اشراک فی العبادت کے زمرے میں آتے ہیں۔ اس کی وضاحت کرتے ہوئے شاہ صاحب فرماتے ہیں:

"بعضے کام تعظیم کے اللہ نے اپنے لئے خاص کئے ہیں کہ ان کو عبادت کہتے ہیں جیسے سجدہ، رکوع اور ہاتھ باندھ کر کھڑے ہونا اور اس کے نام پر مال خرچ کرنا اور اس کے نام کا روزہ رکھنا اور اس کے گھر کی طرف دور دور سے قصد کر کے سفر کرنا اور ایسی صورت بنا کے چلنا کہ ہر کوئی جان لے کہ یہ لوگ اس گھر کی زیارت کو جاتے ہیں.... ...... یہ سب کام اللہ نے اپنی عبادت کے لئے اپنے بندوں کو بتائے ہیں، پھر جو کوئی کسی پیر و پیغمبر کو یا بھوت دیری کو یا کسی سچی قبر کو یا جھوٹی قبر کو یا کسی کے تھان کو یا کسی کے چلے کو یا کسی کے مکان کو یا کسی کے تبرک کو یا نشان کو یا تابوت کو سجدہ کرے یا رکوع کرے یا اس کے نام کا روزہ رکھا یا ہاتھ باندھ کر کھڑا ہو وے یا جانور چڑھاوے یا ایسے مکانوں میں دور دور سے قصد کر کے جاوے یا وہاں روشنی کرے، غلاف ڈالے، چادر چڑھاوے، یا ان کے نام کی چھڑی کھڑی کرے رخصت ہوتے وقت الٹے پاؤں چلے، ان کی قبر کو بوسہ دیوے مورچھل جھلے، چوکھٹ کو بوسہ دیوے، ہاتھ باندھ کر التجا کرے اور اسی قسم کی باتیں کرے تو اس پر شرک ثابت ہوتا ہے اس کو اشراک فی العبادت کہتے ہیں"۔[1]

۴۔ <u>اشراک فی العادت</u>: شرک کی چوتھی قسم اشراک فی العادت ہے یعنی

---

[1] تقویت الایمان ص ۹

اپنی عادت کے کاموں میں جیسی تعظیم اللہ کی کرنی چاہیئے ویسی تعظیم غیر اللہ کی بھی کرنا اس میں کسی کا شگون لینا نذر ونیاز چڑھانا، اپنے مقصد براری کے لئے کسی غیر اللہ کو وسیلہ یا ذریعہ بنانا، زندہ پیروں مردہ ولیوں کی ایسی عزت وتکریم کرنا جس سے ان کا مرتبہ اللہ کے مرتبے کے برابر ہوجائے، اپنے اولاد کے نام اپنے پیر ومرشد کے نام پر اس طرح رکھنا جس سے یہ ظاہر ہو کہ یہ ان ہی کی دین ہے اور ان ہی کی توجہات خصوصی کا نتیجہ ہے مثلاً علی بخش، عبدالنبی، نذر حیدر، عبدالعلی۔ فقیر محمد وغیرہ وغیرہ۔ اس قسم کے تمام اعمال وعقائد اشراک فی العادت کے زمرے میں آتے ہیں۔ اسی طرح غیر اللہ کی قسم کھانا بھی اشراک فی العادت میں شامل ہے۔ شاہ صاحب اس کی توضیح اس طرح کرتے ہیں

"چوتھی بات یہ ہے کہ اللہ صاحب نے اپنے بندوں کو سکھایا ہے کہ اپنی دنیا کے کاموں میں اللہ کو یاد رکھیں اور اس کی کچھ تعظیم کرتے رہیں تاکہ ایمان بھی درست رہے اور ان کاموں میں بھی برکت ہووے۔ جیسے آڑے کام پر اللہ کی نذر ماننی اور مشکل کے وقت اس کو پکارنا اور ہر کام کا شروع اس کے نام سے کرنا اور جب اولاد ہو تو اس کے شکر میں اس کے نام کا جانور ذبح کرنا اور اس کا نام عبداللہ، عبدالرحمان، خدابخش، اللہ دیا، امۃ اللہ، اللہ دی رکھنا۔ اور کھیت اور باغ میں سے تھوڑا بہت اس کے نام کا رکھنا اور دھن ریوڑ میں سے کچھ اس کی نیاز کر رکھنا۔۔۔۔۔۔ اس کے نام کو ایسی تعظیم سے لینا کہ جس میں اس کی مالکیت نکلے اور اپنی بندگی جیسے یوں کہنا ہمارا رب ہمارا مالک ہمارا خالق اور کلام میں جب قسم کھانے کی حاجت ہو تو اسی کے نام کی قسم کھانی سو اس قسم کی چیزیں اللہ نے اپنی تعظیم کے لئے بتائی ہیں پھر جو کوئی کسی انبیاء و اولیاء کی اماموں اور شہیدوں کی بھوت وپری کی اس قسم کی تعظیم کرے۔۔۔۔۔۔ اولاد کا نام عبدالنبی، امام بخش رکھے۔۔۔۔۔۔ جب حاجت قسم کھانے کی پڑے

تو پیغمبر کی یا علی یا امام کی، یا پیر کی یا ان کی قبروں کی قسم کھاوے۔ سو ان سب باتوں سے شرک ثابت ہوتا ہے اور اس کو اشراک فی العادت کہتے ہیں۔[1]

شرک کے علاوہ ایک اور اہم مسئلہ کلام اللہ اور حدیث سے متعلق تھا۔ اس زمانے میں ایک عام خیال یہ تھا کہ اللہ کے کلام کو صرف اہل علم ہی سمجھ سکتے ہیں۔ اس طرح احادیث بھی عام ذہن کی رسائی سے بالاتر ہیں۔ شاہ صاحب نے اس نظریئے کی بھی پرزور تردید کی ہے اور کہا کہ خدا نے تو گمراہ اور جہالت میں مبتلا دنیا کی رہنمائی کے لئے رسول کو بھیجا، پھر یہ کس طرح ممکن ہو سکتا ہے کہ اس کی باتیں ان ہی لوگوں کی سمجھ میں نہ آئیں جن کی ہدایت کا کام اسے تفویض کیا گیا ہے۔ ضرورت صرف اس بات کی ہے کہ دو بنیادی اصولوں کو نظر میں رکھا جائے ایک خدا کی وحدت اور دوسرے رسول پر ایمان کا یقین اکثر حضرات محض بزرگوں کے اقوال کو اپنا رہبر بنا لیتے ہیں حالانکہ ہمارے لئے صرف خدا کے احکام کافی ہیں۔ بزرگوں کے صرف وہی اقوال اور تحریریں قابل قبول ہیں جو قرآن و حدیث سے مطابقت رکھتی ہوں بقیہ ایسے تمام افعال و اقوال سے اجتناب کرنا چاہئے جو خدا کے احکام قرآنی تعلیمات اور حدیث و سنت پر پورے نہ اترتے ہوں چاہے وہ کتنے ہی بڑے پیر یا مولوی سے منسوب ہوں اس لئے ضروری ہے کہ ہم قرآن کے مفاہیم اور حدیث کے مطالب سمجھنے کی کوشش کریں تاکہ اسلام کی صحیح تعلیمات سے واقفیت ہو جائے اور اس فرضی نظریہ کو یکسر ختم کر دینا چاہئے کہ قرآن و حدیث کے مفاہیم عام فہم سے بالاتر ہیں۔ شاہ صاحب نے دیباچے میں اس مسئلہ پر بڑی تفصیل سے روشنی ڈالی ہے۔ فرماتے ہیں:

"یہ جو عوام الناس میں مشہور رہے ہے کہ اللہ و رسول کا کلام سمجھنا

---

[1] تقویۃ الایمان ص ۹، ۱۰

بہت مشکل ہے اس کو بڑا علم چاہئے۔ ہم کو وہ طاقت کہاں کہ ان کا کلام سمجھیں اور اس راہ پر چلنا بڑے بزرگوں کا کام ہے۔ سو ہماری کیا طاقت ہے کہ اس کے موافق چلیں بلکہ ہم کو یہی بات کفایت کرتی ہیں۔ سو یہ بات بہت غلط ہے اس واسطے کہ اللہ صاحب نے فرمایا ہے کہ قرآن مجید میں باتیں بہت صاف اور صریح ہیں ان کا سمجھنا مشکل نہیں چنانچہ سورہ بقرہ میں فرماتا ہے:

وَلَقَدْ اَنْزَلْنَا اِلَيْكَ	اور بے شک اتاریں ہم نے طرف
اٰيٰتٍ بَيِّنٰتٍ وَمَا	تیرے باتیں کھلی اور منکر اس سے
يَكْفُرُ بِهَا اِلَّا الْفٰسِقُوْنَ	وہی ہوتے ہیں جو لوگ بے حکم ہیں[1]

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اہمیت کو واضح کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"یہ اللہ کی بڑی نعمت ہے کہ اس نے ایسا رسول بھیجا کہ اس نے بے خبروں کو خبردار کیا اور ناپاکوں کو پاک اور جاہلوں کو عالم اور احمقوں کو عقلمند اور راہ بھٹکے ہوؤں کو سیدھی راہ پر سو جو کوئی یہ آیت سن کر پھر یہ کہنے لگے کہ پیغمبر کی بات سوائے عالموں کے کوئی سمجھ نہیں سکتا اور ان کی راہ سوائے بزرگوں کے کوئی چل نہیں سکتا سو اس آیت کا انکار کیا اور اس نعمت کی قدر نہ سمجھی بلکہ یوں کہا جائے کہ جاہل لوگ ان کا کلام سمجھ کر عالم ہو جاتے ہیں اور گمراہ لوگ ان کی راہ پر چل کر بزرگ بن جاتے ہیں...... سو ہر خاص و عام کو چاہئے کہ اللہ اور رسول ہی کے کلام کو تحقیق کریں اور اس کو سمجھیں اور اسی پر چلیں اور اسی کے موافق اپنے ایمان کو ٹھیک کریں[2]

اس کے ساتھ توحید پر یقین کامل اور سنت کی اتباع کا درس دیتے ہیں۔

---

[1] تقویۃ الایمان ص ۳۳ [2] ایضاً ص ۴

آپ کے نزدیک یہ دونوں چیزیں ہی انسان کو اصل ایمان پر قائم رکھتی ہیں۔ شرک اور بدعت ایمان میں رخنہ ڈال دیتی ہیں اور ساری عبادت کو کھا جاتی ہیں۔ شاہ صاحب نے ان سے باز رہنے کی تلقین ان الفاظ میں کی ہے۔

"ہر کسی کو چاہئے کہ توحید اور اتباع سنت کو خوب پکڑے اور شرک و بدعت سے بہت بچے کہ یہ دو چیزیں اصل ایمان میں خلل ڈالتی ہیں اور باقی گناہ ان سے پیچھے ہیں کہ وہ اعمال میں خلل ڈالتے ہیں اور چاہئے کہ جو کوئی توحید اور اتباع سنت میں بڑا کامل ہو اور شرک و بدعت سے بہت دور اور لوگوں کو اس کی صحبت سے یہ بات حاصل ہوتی ہو اسی کو اپنا پیر و استاد سمجھے[۱]"

مجموعی طور پر شاہ صاحب کا انداز بیان بڑا واضح اور مدلل ہے جو مباحث بھی اٹھائے ہیں ان پر صرف قرآن و حدیث کی روشنی میں بحث کی گئی ہے اور ہر عقیدے کی تشریح قرآن و سنت کی روشنی میں کی گئی ہے۔ انداز بیان میں متانت اور سنجیدگی ہے اور انداز عالمانہ ہے۔ البتہ اتنا ضرور ہے کہ خیالات میں سختی ہے اور مباحث میں کہیں لچک دکھائی نہیں دیتی۔ مصالحتی انداز نہیں ہے جس کی وجہ سے عوام پر اس کا خاطر خواہ اثر نہیں ہوا اور جلد ہی یہ کتاب لوگوں کے ذہنوں سے محو ہو گئی۔

---

[۱] تقویۃ الایمان ص ۴

انسان اور اس کے مسائل

سید جلال الدین عمری ـــــــــ قیمت ۳/ روپے

انسان کے بنیادی مسائل کیا ہیں؟ ان مسائل کو اسلام نے کس طرح حل کیا ہے؟ اور موجودہ دور اس حل کو قبول کرنے کے لئے کیوں نہیں آمادہ ہے؟ یہ کتاب انہی سوالات کا جواب دیتی ہے۔

ملنے کا پتہ: مرکزی مکتبہ اسلامی دہلی ۶